

اعضا کی پیوند کاری اسلام کی نظر میں

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على اشرف الرسل وخاتم الانبياء وعلى اصحابه واهل بيته
النجباء الى يوم الجزاء اما بعد

قال الله تبارك وتعالى ومن احيياها فكأنما احييا الناس جميعاً (الاية) صدق الله العظيم.

جناب کرل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر مختار حامد شاہ صاحب (ماہر امراض گروہ) جناب راجہ ظفر الحق صاحب، استاد
العلماء حضرت علامہ مولانا انوار الحق صاحب، دیگر محترم علماء عظام مفتیان کرام اور حاضرین مجلس!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں جناب کرل (ر) مختار حامد شاہ صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ”اعضاء کی پیوند کاری
اسلام کی نظر میں“ کے حوالہ سے اس مجلس کا انعقاد کیا اور ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے جید اہل علم اور مفتیان عظام کو
جمع کیا کہ وہ اس موضوع کے حوالہ سے قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا ایک جامع حل پیش کریں مجھے ناچیز اور کم علم
طالب علم کو بھی اس حوالہ سے شرکت کا موقع دیا گیا ہے میں اس پر کرل صاحب کا سپاس گزار ہوں، ہماری دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کرل صاحب کی اس سعی کو قبول فرمائے اور دین متین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

یہ بات کسی پر غفی نہیں کہ پہلے زمانہ میں جن امور کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آج ہم ان امور کو بالمشافہ اپنی
آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں ایک طرف سائنسی ترقیات نے عقل انسانی کے مطابق ناممکن کاموں
کو ممکن بنا دیا، مگر دوسری طرف سائنسی ترقیات نے بہت سارے پیچیدہ مسائل کو بھی جنم دیا ہے، اہل علم اور آراء باپ فتویٰ
حضرات نے بنیادی ماخذ قرآن و سنت، فقہاء کرام کے وضع کردہ اصول و قواعد اور اشیاء و نظائر سے ان مسائل کو حل
کرنے کی انتھک کوششیں کی ہیں اور امت مسلمہ کے سامنے ان مسائل کا حل اپنے قوت اجتہاد سے پیش کیا ہے

سائنسی ترقیات کے پیدا کردہ ان مسائل میں ایک مسئلہ اعضاء کی پیوند کاری کا بھی ہے کہ جب کسی انسان
کا کوئی عضو نا کارہ ہو جائے اور وہ اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو آئندہ اس عضو کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے جدید سرجری

نے اعضا کی پیوند کاری سے ایک ناممکن عمل کو ممکن بنایا ہے جنہیں آج ہم دیکھ رہے ہیں اگرچہ اعضاء کی پیوند کاری کی تاریخ کافی طویل ہے، جلد یعنی چمڑے کی پیوند کاری کا رواج تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح سے ہے اور آنکھوں کی پتلی اور ہڈیوں کی پیوند کاری انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں عمل میں آئی اور مکمل اعضاء کی پیوند کاری بیسویں صدی کے آغاز میں رونما ہوئی اور ۱۹۶۰ء میں یہ عمل ایک حقیقت بن کر ابھرا۔

س: کیا غیر رشتہ دار رضامندی سے گردے کا عطیہ کر سکتا ہے اور اس کے عوض معاوضہ یا انعام کی رقم حاصل کر سکتا ہے؟
ج: آج کل اعضا کی پیوند کاری کی چار صورتیں ہمارے سامنے ہیں جن میں ہر ایک کیلئے الگ الگ شرعی حکم ہے۔
غیر حیوانی اجزاء کی پیوند کاری: اعضاء کی پیوند کاری کی پہلی صورت یہ ہے کہ انسان کے ناکارہ عضوی جگہ مصنوعی عضو نصب کیا جائے۔ مثلاً مصنوعی دانت، مصنوعی آلہ سماعت، اور مصنوعی جوڑ وغیرہ پیوند کاری کا یہ عمل زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔

جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے عرفجہ بن سعد اُنہ اُصیب اُنْفہ ' یوم الکلاب فاتخذ اُنْفًا فانتن علیہ فامرہ النبی ﷺ اَنْ یتخذ اُنْفًا مِّن الذَّهَبِ. (جامع ترمذی ۱/۳۰۶، اعلاء السنن ۱/۳۶۱)
حضرت عرفجہ بن سعدؓ کی ناک زمانہ جاہلیت کی ایک لڑائی (یوم الکلاب) میں کٹ چکی تھی، تو انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی۔ لیکن اس میں بد بوی پیدا ہو گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح اعلاء السنن میں زمانہ نبوی ﷺ کے ایک اور واقعہ کا ذکر ہے کہ

عن عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابی اسلول قال الدقت نثیتی یوم احد فامرنی ان اتخذ نثیة من ذهب. (اعلاء السنن ۱/۲۹۴) کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی اسلولؓ کو سونے کے دانت لگوانے کی اجازت دی تھی جب اس کے سامنے کے دو دانت غزوہ احد میں ٹوٹ گئے تھے۔ یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہیں، مگر اسانید کی مجموعی حالت کی وجہ سے قابل قبول ہے۔ اور اس روایت کے شواہد بھی موجود ہیں اسی طرح صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ سے بھی یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے بیمار دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھ کر مضبوط کیا تھا۔ (اعلاء السنن ۱/۲۹۴)

اور تابعین میں سے امام حسن بصریؒ عبید اللہ بن حسینؒ عبد الملک بن مردانؒ اور موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہؒ نے بھی اپنے دانتوں پر سونے کا خول چڑھایا تھا (تفصیل کے لئے اعلاء السنن ۱/۲۹۴ تا ۲۹۵ ملاحظہ ہو)

امام ابو جعفر طحاویؒ نے سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کے بارے میں لکھا ہے: وقد روی عن جماعة من المتقدمین إباحة شد الأسنان بالذهب (شرح معانی الآثار ۲/۳۵۰، کتاب الکراہیة) متقدمین کی ایک جماعت سے سونے کے تاروں سے دانت باندھنا کی اجازت کا قول ملتا ہے اور امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ

نے بھی لکھا ہے کہ: وقد روى عن غير واحد من اهل العلم انهم شدوا اسنانهم بالذهب (جامع ترمذی، ۳/۱۷۱، کتاب اللباس)

اور بہت سارے اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے تاروں سے مضبوط کیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں: وليشد الأسنان بالفضة ولا يشد ها بالذهب وقال محمد لا بأس به. (خلاصة الفتاوى ج ۳/۷۴) دانتوں کو چاندی کے تاروں سے باندھا جائے گا سونے کے تاروں سے نہیں لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں (سونے کے تاروں سے باندھنے میں) کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے تو ایک طرف یہ بات ثابت ہوئی کہ مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے اور دوسری طرف اس پیوند کاری کا جواز ثابت ہوتا ہے حالانکہ سونا مردوں کیلئے بالاتفاق حرام ہے مگر مجبوری کے تحت محتاج شخص کے لئے حلال قرار دیا گیا اس لئے پیوند کاری کی یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔ پیوند کاری کی اس صورت کا جواز اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں تمام اشیاء حضرت انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ الذى خلق لكم ما فى الارض جميعاً (الاية) اللہ تعالیٰ نے تمام زمینی اشیاء تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں۔ اور اس آیت کے مضمون سے فقہاء کرام نے الاصل فى الأشياء الإباحة کا قاعدہ نکالا ہے۔ اور یہ قاعدہ مذکورہ صورت کا جواز مہیا کرتا ہے۔ اور مصنوعی اعضاء کی یہ سرجری زیادہ مفید بھی ہے چنانچہ امریکی شعبہ اطلاعات پاکستان کے شائع کردہ ماہنامہ ”سیرین“ جلد ۱۹ شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۶۷ء میں کہا گیا ہے کہ انسانی اعضاء کے مقابلے میں مصنوعی اعضاء زیادہ موثر اور دیر پا ثابت ہو رہے ہیں اور انسان کی پیوند کاری کے نقصانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ (بحوالہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری از مفتی محمد شفیع و تنہیم المسائل ۲۳۰/۱)

۲۔ ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزا کا استعمال: دوسری صورت ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری ہے ماکول اللحم جانور کے اعضاء کی پیوند کاری جو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو بالاتفاق جائز ہے ذخائر فقہ میں اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاریؒ فرماتے ہیں:

إذا سقط السن ياخذ سن شاة ذكية ويضعها مكانها (خلاصة الفتاوى ۳/۷۴)

کہ جب کسی کا دانت ٹوٹ کر گر جائے تو کسی مذبوحہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ رکھ دے۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ نے امام کرخیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

قال الكرخي: إذا سقطت ثنية رجل ياخذ من شاة ذكية يشد مكانها (ردالمختار)

جب کسی آدمی کے سامنے کے دانت گر جائے تو وہ کسی مذبوحہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ لگوائے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: إذا كان الحيوان ذكياً لا يحد عليه طاهر ولا نجس كان أو يابساً يجوز الانتفاع به.

(فتاویٰ ہندیہ ۵/ ۳۵۴) جبکہ حیوان شرعی طریقہ سے ذبح ہو چکا ہو تو اس کی ہڈی سے انتقاع جائز ہے ہڈی چاہے تر ہو یا خشک۔

۳۔ ماکول اللحم غیر مذبوہ اور غیر ماکول اللحم: پیوند کاری کی تیسری صورت یہ ہے کہ ماکول اللحم غیر مذبوہ اور غیر ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء کی انسانی جسم میں پیوند کاری ہو اگرچہ ایک انسان کیلئے غیر مذبوہ یا غیر ماکول اللحم حیوان کے اعضاء کا استعمال بلا ضرورت جائز نہیں۔ لیکن اگر مریض کی حالت اتنی خراب ہو کہ اس کی جان کے چلے جانے یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا قوی خدشہ ہو اور اس وقت نہ مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری کا رآمد ہو سکتی ہو اور نہ ماکول اللحم مذبوہ جانور کا کوئی عضو ممکن الاستعمال یا مہیا ہو اور اس وقت صرف غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم غیر مذبوہ جانور کے اعضاء کا رآمد ہو سکتے ہوں تو اس صورت میں مذکورہ جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز ہے۔

جیسا کہ امام سرخسیؒ نے امام محمدؒ کے حوالے لکھا ہے: قال محمد: لا باس بالتداوی بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو فرس أو غيره من الدواب الاعظم الخنزير والأدمی فانه 'يكره التداوی بهما' (فتاویٰ ہندیہ ۵/ ۳۵۴) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہڈیوں سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ہڈی بکری، گائے، اونٹ، گھوڑے یا انکے علاوہ دیگر جانور کی ہو سو اے خنزیر اور آدمی کی ہڈی کے ان سے علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے اور فتاویٰ ہندیہ میں امام محمدؒ کا یہ قول مذکور ہے: فقد جوز التداوی بعظم ماسوی الخنزير والأدمی من الحيوانات مطلقاً من غير فصل بينما إذا كان الحيوان ذكياً أوميتاً وبينما إذا كان العظم رطباً أو يابساً (فتاویٰ ہندیہ ۵/ ۳۵۴ کتاب الکراہیۃ)۔

امام محمدؒ نے سوائے انسان اور خنزیر کی ہڈی کے سب جانوروں کی ہڈیوں سے علاج کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے اور آپؐ نے جانور کے مردار یا مذبوہ ہونے کی ہڈی کے خشک یا تر ہونے کی کوئی تفصیل نہیں فرمائی۔ فتاویٰ ہندیہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ: وأما عظم الكلاب فيجوز التداوی به هكذا قال مشائخنا (فتاویٰ ہندیہ ۵/ ۳۵۴) کہ کتے کی ہڈی کو علاج کے لیے ہمارے مشائخ نے جائز قرار دیا ہے۔

تو مذکورہ تفصیل سے انسانی جسم میں ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم حیوان کی پیوند کاری کا حکم معلوم ہوا کہ پیوند کاری کا یہ عمل بھی ضرورت کے وقت شرعاً جائز ہے۔

۴۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری: پیوند کاری کی چوتھی صورت یہ ہے کہ جب شخص کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے تو اس کے علاج کے لئے کسی زندہ یا مردہ انسان کا تندرست عضو نکال کر مریض کی اس ناکارہ عضو کی جگہ پیوند کر کے اس مریض کا علاج کیا جائے جیسے آج کل انسانی گردوں کا انتقال دل کی پیوند کاری اور آنکھوں کی پیوند کاری وغیرہ کی صورتیں رونما ہو چکی ہیں۔ اس مسئلہ اجتہادی ہے

اس لئے اس بارے میں اہل علم اور ارباب فتویٰ کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ پیوند کاری کا یہ عمل کئی وجوہات کی بناء پر حرام اور ناجائز ہے۔

(۱) انسان اپنے اعضا کا مالک نہیں: انسانی اعضا کی پیوند کاری کے عدم جواز کی سب سے بنیادی دلیل یہ ذکر کی جاتی ہے کہ انسان اپنے جسم و جان کا مالک نہیں ہے۔ اس کا یہ جسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے اور یہ اس کا امین ہے۔ لقولہ تعالیٰ: **إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا** (بنی اسرائیل) ترجمہ: 'کان' آنکھیں اور دل ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اس لئے یہ انسان ان اعضا کو صرف اس حد تک استعمال کر سکتا ہے جس حد تک اس کو شریعت کی طرف سے اجازت ہو اس اجازت کی حد سے تجاوز کرنے کا اس کو کوئی اختیار نہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے وضاحت کیا تھ لکھا ہے

وَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنْ جَنَابَةُ الْإِنْسَانِ كَجَنَابَتِهِ عَلَى غَيْرِهِ فِي الْأَلَمِ لِأَنَّهُ نَفْسُهُ لَيْسَتْ مَلَكَ لَهُ، مُطْلَقًا بَلْ هِيَ لِلَّهِ فَلَا يَتَصَرَّفُ فِيهَا إِلَّا بِمَا أْذَنَ لَهُ، فِيهِ (فتح الباری ۱۱/۵۳۹)

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود کشی کرنا اور اپنے آپ کو ہلاک کرنا ایسا گناہ ہے جیسا کہ دوسرے کو قتل کرنا، کیونکہ انسان اپنے جسم و جان کا مالک نہیں ہے، بلکہ اس کا جسم و جان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اس لئے انسان اس حد تک تصرف کر سکتا ہے جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

اعضاء کی خرید و فروخت کی حرمت: یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے انسانی اعضا کی خرید و فروخت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ خرید و فروخت کی صحت کے لئے بائع کے لیے مبیعہ کا مالک ہونا ضروری ہے۔

قال العلامة الكاساني: "والأدمى بجميع أجزائه محترم ومكرم وليس من الكرامة والاحترام ابتداءً بالبيع والشراء (بدائع الصنائع ۵/۱۴۵) کہ انسان اپنے تمام اعضا کے ساتھ محترم اور مکرم ہے اور اس کی خرید و فروخت احترام اور اکرام نہیں۔

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے: **الجواب: انسان کو مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے مکرم اور مشرف پیدا فرمایا ہے، اسی مکرم اور شرافت کے پیش نظر انسانی اعضا کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ ۲/۵۷)**

اعضاء کی وصیت کا حکم: اور اس بنا پر اکثر اہل علم یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح مالک نہ ہونے کی بنا پر ایک انسان اپنا کوئی عضو فروخت نہیں سکتا تو اسی طرح اس کی وصیت بھی درست نہیں کیونکہ وصیت کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کی کوئی وصیت کرتا ہے وہ اس کی ملکیت ہو۔ جب انسان اپنے جسم و جان کا مالک نہیں ہے تو جس طرح وہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا، اسی طرح اس کی وصیت بھی درست نہیں۔

صحیح الملک . (بدایۃ المجتہد ۲/۲۳۵) واہب کیلئے جمہورائتمہ کے نزدیک متفقہ شرط یہ ہے کہ واہب اس موہوب شے کا واقعی مالک ہو۔ اور علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے کہ

ومن شرائط الوصیۃ ان یکون الرجل مالکاً و کون الشیء قابلاً للتعلیک . (البحر الرائق ۸/۴۰۳)

وصیت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ موصی اس شے کا مالک ہو اور وہ شے بھی قابل تملیک ہو اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ "مال متقوم" ہو کما قال العلامة الکاسانی: "منها ان یکون مالاً متقوماً فلا یجوز هبة مالیس بمال اصلاً کالحر والمیتۃ والدم وصيد الحرم والاحرام وغیر ذالک . (بدائع الصنائع، ۶/۱۱۹، کتاب الصيد) ہر کی شرط یہ ہے کہ شے موہوب مال متقوم ہو اور جو مال متقوم اور ملوک نہ ہو اس کا ہبہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ آزاد آدی مردار جانور، خون، حرم اور احرام والے کا شکار کیا ہوا جانور وغیرہ۔

اور انسانی اعضاء میں دونوں شرائط مفقود ہیں اس لئے کہ نہ تو انسان اپنے اعضاء کا مالک ہے اور نہ انسانی اعضاء قابل تملیک شے ہے کیونکہ یہ مال نہیں ہے اس لئے اعضاء انسانی کی بطور عطیہ وصیت بھی جائز نہیں۔

(۲) انسان قابل احترام ہے: عدم جواز کی دوسری دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ انسان قابل احترام اور قابل قدر ہے، لقولہ تعالیٰ: ولقد کرمنا بنی آدم (الایۃ) اور تحقیق ہم نے انسان کو معزز و کرم بنایا ہے۔ اسلئے اس کی اہانت اور تذلیل و تحقیر ہرگز روا نہیں۔ اور اس قطع و برید میں انسان کی توہین و تحقیر ہے اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے:

وشعر الإنسان والانتفاع به ای لم یجز بیعہ والانتفاع به لأن الادمی مکرم غیر متبدل فلا یجوز أن یکون شیء من أجزائه مهاناً متبدلاً (البحر الرائق ۶/۸۱) انسانی بالوں کی بیع اور اس سے انتفاع ناجائز ہے اسلئے کہ انسان مکرم ہے ذلیل نہیں اس لئے اس کے اجزاء میں سے کسی جزء کی تذلیل و تحقیر کرنا جائز نہیں۔

اور علامہ کاسانی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے: ان استعمال جزء منفصل عن غیرہ من بنی آدم إهانة بذالک الغیر والادمی بجميع أجزائه مکرم ولا إهانة فی استعمال جزء نفسه فی الإعادة إلى مکانہ . (بدائع الصنائع) کسی انسان کا کوئی عضو قطع و برید کے بعد استعمال کرنا صاحب عضو کی توہین ہے اور انسان اپنے جمیع اعضاء کے اعتبار سے مکرم و محترم ہے البتہ انسان کے اپنے عضو کو اپنی جگہ لگانے میں کوئی اہانت نہیں ہے اور علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے: والادمی محترم بعد موته علی ما کان علیہ فی حیاته فکمالاً یجوز التداوی

بشیء من الادمی الحی إکراماً له، فکذلک لایجوز التداوی بعظم المیتۃ . (شرح السیر الکبیر/ ۸۹۸۸) انسان موت کے بعد بھی ویسا ہی قابل احترام ہے جس طرح اپنی زندگی میں تھا تو جس طرح اس کی زندگی میں اکرام اس کی اعضاء سے تداوی جائز نہیں تو اس طرح مردہ انسان کی ہڈی سے بھی تداوی جائز نہیں ہے اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

فیل الانتفاع لم یجز للنجاسة وقیل للمکرمة وهو الصحیح (التداوی الہندیۃ ۵/۳۵۳)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اجزاء انسانی سے انتفاع نجاست کی وجہ سے جائز نہیں اور بعض کا کہنا ہے کرامت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور یہ رائے صحیح ہے

(۳) پیوند کاری مثلاً ہے: تیسری وجہ حرمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں انسانی اعضاء کی قطع و برید ہے اور اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں ”مثله“ کہا جاتا ہے مثلاً کی تعریف کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: انما المثلة قطع عضو ونحوه (حاشیہ ابی داؤد ۲۵۱/۱۔ باب فی الاشعار کتاب الحج) مثلاً نام ہے کسی عضو یا اس جیسے کسی اور حصے کے کاٹنے کا۔

اور علامہ عینی نے لکھا ہے یقال مثلت بالحيوان إذا قطعت أطرافه وشوّهت به ومثلت بالقتيل إذا جدعت أنفه وأذنه، أو مذا كبیره أو شيناً من أطرافه (عمدة القاری ۲۹۶/۸) کہا جاتا ہے حیوان کا مثلاً کیا گیا یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب حیوان کے اطراف کاٹ دیئے جاتے ہوں اور مقتول کا مثلاً کیا گیا جب اس کی ناک، کان، اعضاء تناسل یا کوئی بھی ظاہری حصہ (اطراف مثلاً ہاتھ پیر) کاٹ دیئے جائے اور انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا یہ عمل بغیر اسکے ممکن نہیں، اس لئے کہ پیوند کاری سے پہلے ایک صحت مند انسان سے وہ عضو نکالا جاتا ہے اور یہی مثلاً ہے۔

اور ”مثلاً“ کی ممانعت پر صحیح احادیث دال ہیں اس لئے اس کی ممانعت متفق علیہ ہے، صحیح بخاری شریف میں روایت ہے قال قتادة: بلغنا أن النبي ﷺ بعد ذالک (وقعة عکل وعرينة) كان يحث علی الصدقة وينهى عن المثلة (صحیح بخاری ۶۰۲/۲) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عکل و عرينہ کے اس واقعے کے بعد صدقہ کی ترغیب دیتے تھے اور مثلاً سے منع فرماتے تھے

اور علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے: فإن لم يجد المضطر شيئاً ”لم يبيع“ له أكل بعض أعضائه وإن لم يجد الأدمى محقون الدم لم يبيع له قتله، إجماعاً ولا إلتلاف عضو منه مسلماً كان أو كافراً لأنه مثله فلا يجوز أن يبقى نفسه باتلافه وهذا الإخلاف فيه وإن وجد معصوماً ميتاً لم يبيع أكله (المغنی ۷۶/۱) اگر مضطر کو کھانے کی کوئی چیز نہ ملے تو اسے اپنا کوئی عضو کھانا بھی جائز نہیں ہے، اور نہ کسی انسان (محفوظ الدم) کا قتل کرنا جائز ہے اور نہ اس کے کسی عضو کا تلف کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ یہ عمل مثلاً ہے تو اس لئے اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے کا قتل کرنا جائز نہیں، اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں، اور اگر مضطر نے کسی مردہ انسان کو پایا، تو اس کیلئے اس مردہ انسان کا گوشت کھانا مباح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی نے لکھا ہے والمثلة وهو منسوخ، کہ مثلاً کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۵۷/۲) تو چونکہ اس میں مثلاً کی صورت بھی موجود ہے اس کے ارباب علم اس صورت پیوند کاری کو ناجائز کہتے ہیں۔

(۴) چوتھی وجہ حرمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردہ انسان کی قطع و برید سے منع کیا ہے ارشاد

پاک ہے کہ ”کسر عظم المیت ککسره حیاً“ (سنن ابی داؤد ۱۰۲/۲ کتاب الجنائز)
مردہ شخص کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کے ہڈی توڑنے کے برابر ہے۔

اور امام مالکؒ نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نقل کیا ہے: ان عاشقزوج النبی ﷺ کانت تقول کسر عظم المسلم میتاً ککسره وهو حی قال تعنی فی الاثم۔ (موطا امام مالک ۲۲۰ کتاب الجنائز)
بیشک آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مسلمان میت کی ہڈی توڑنا گناہ میں زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے برابر ہے۔ مشہور فقیر و محدث ملا علی قاریؒ اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قوله ککسره حیاً یعنی فی الاثم کما فی رواية قال الطیبی إشارة إلى أن لا یهان میتاً کما لا یهان حیاً قال ابن الملک إلى أن المیت یتالم۔ قال ابن حجر: ومن لازمه أنه یستلذ بما یستلذ به الحي وقد أخرج ابن أبي شیبة عن ابن مسعود قال: أذى المؤمن فی موته کأذاه فی حیاته (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۷/۹۲) نبی کریم ﷺ کے قول ”ککسره حیاً“ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح زندہ انسان کی ہڈی توڑنا گناہ ہے اسی طرح مردہ انسان کی ہڈی توڑنا بھی گناہ ہے علامہ طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زندہ انسان کے اعضاء کو نقصان پہنچا کر اس کی توہین و تذلیل نہیں کی جائیگی اسی طرح مردہ انسان کی قطع و برید کر کے اس کی توہین نہیں کی جائیگی۔ ابن الملکؒ نے کہا ہے کہ جس طرح زندہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح مردہ انسان کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان زندگی میں جس طرح لذت حاصل کرتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی اسی چیز سے لذت حاصل کرتا ہے اور ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ مؤمن کو مردے حالت میں تکلیف دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں اس کو تکلیف دینا اور امام طحاویؒ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان عظم المیت له حرمة مثل حرمة عظم الحي لكن لا حیاة فيه فکان کاسره فی انتهاک الحرمة ککاسر عظم الحي (حاویہ موطا امام مالک ۲۲۰)
حدیث مذکور کا حاصل یہ ہے کہ مردہ انسان کی ہڈی کی حرمت و عظمت ایسی ہی ہے جیسا کہ زندہ انسان کی ہڈی کی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مردہ انسان کی ہڈی میں حیات نہیں لہذا مردہ انسان کی ہڈی کو توڑنے والا شخص ایسا گناہگار ہے جیسا کہ زندہ انسان کی ہڈی توڑنے والا گناہگار ہے۔ اور گناہ کے کاموں سے بچنا لازمی اور ضروری ہے اور اس پیوند کاری میں زندہ اور مردہ دونوں انسانوں کا قطع و برید ہوتا ہے تو یہ روایت اس پیوند کاری کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔
(۵) لعن الله الواصلة والمستوصلة۔ پیوند کاری کی ممانعت کی پانچویں وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے انسانوں کے بالوں کو اپنے بالوں میں لگانے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: ان رسول الله ﷺ لعن الواصلة والمستوصلة۔

(۲/۲۰۵) بے شک رسول اللہ ﷺ نے بال لگانے والی اور لگوانے والی اور خال لگانے (چھیننے) والی اور خال لگوانے (چھیننے) والی پر لعنت فرمائی اور اعضاء کی پیوند کاری کے اس عمل میں ایک انسان کا عضو دوسرے انسان میں لگایا جاتا ہے جو اس روایت کے مشابہ ہے

(۶) ممانعت کی چٹھی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے ”اگر کوئی انسان بھوک سے اتنا ٹھہلا ہو جائے کہ وہ مرنے کے قریب ہو اور مر رہا ہو اور اس حال میں اگر اس کو دوسرا انسان اپنا کوئی عضو کھانے کیلئے پیش کرے تو اس مضطر انسان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس انسان کا کوئی عضو کھائے بلکہ حالت اضطرار میں اپنا کوئی عضو بھی موت سے بچنے کیلئے نہیں کھا سکتا۔“ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: مضطر لم یجد میتة وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدي وكلها او قال اقطع مني قطعة وكلها لا يسعه ان يفعل ذالك ولا يصح امره به كما لا يسع للمضطر ان يقطع قطعة من لحم نفسه فياكل. (فتاویٰ بزازیہ علی هامش الہندیہ ۳/۴۰۴)

اگر کسی شخص کو کھانے کیلئے مردار جانور بھی نہ ملے اور بھوک کی وجہ سے اس کے مرنے کا اندیشہ اور خوف ہو اور دوسرا کوئی آدمی اس مضطر سے کہے کہ میرا یہ ہاتھ کاٹ کر کھاؤ یا مجھ سے گوشت کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر کھاؤ تو اس مضطر شخص کیلئے ایسا کرنا اور اسی طرح دوسرے شخص کا ایسا کہنا بھی صحیح نہیں جیسا کہ مضطر کیلئے اپنے بدن کا کوئی حصہ کاٹ کر کھانا جائز نہیں۔ اور علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے: وإن قال له: اخر اقطع يدي وكلها لا يحل لان لحم الإنسان لا يباح في الاضطرار (رد المحتار ۵/۲۱۵)

اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھاؤ تو بھی مضطر کے لئے اس کا ہاتھ کاٹ کر کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ انسانی گوشت حالت اضطرار میں بھی حلال نہیں۔ تو جب اضطرار کی حالت میں دوسرے انسان کا کوئی عضو کھانا جائز نہیں تو اس طرح پیوند کاری کا یہ عمل بھی جائز نہیں اس لیے کہ اس میں بھی ایک انسان کا عضو استعمال کیا جاتا ہے (۷) اور ساتویں وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ فقہاء کرام نے اگر اہرام کی صورت میں بھی کسی دوسرے انسان کو مارنے یا اس کا کوئی عضو کاٹنے کو جائز نہیں کہا ہے اگرچہ مکہ علیہ اس کو اجازت دے دے۔

اور علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے: أما النوع الذي لا يباح ولا يرخص بالإكراه أصلاً فهو قتل المسلم بغير حق سواء كان الاكراه ناقصاً أو تاماً وكذا قطع عضو من أعضائه ولو أذن له المكره عليه فقال للمكره الفعل لا يباح له أن يفعل لأن هذا مما لا يباح بالاحاطة (بدائع الصنائع ۷/۷۷۷)

کسی مسلمان کا قتل ناحق، اگر اہرام کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی عضو کاٹنا جائز ہے اگرچہ وہ مسلمان اپنے قتل یا عضو کاٹنے کی اجازت ہی کیوں نہ دے تو جب اگر اہرام کی صورت میں کسی دوسرے مسلمان یا کافر کا عضو کاٹنا جائز نہیں تو بلا جبر واکراہ ایسے جائز ہو سکتا ہے اور پیوند کاری کی صورت میں بھی کچھ ہوتا ہے

(۸) اور انھوں میں وجہ تدویٰ بالحرام والنجس کی ہے، مانعین حضرات فرماتے ہیں:

کہ انسان کے جسم سے جب کوئی عضو الگ ہو جائے تو وہ ناپاک اور حرام ہو جاتا ہے اور شرعاً حرام اور نجس اشیاء سے انتفاع لینا ناجائز ہے اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لا تسدوا وابعروا (ابوداؤد ۱۸۵/۲۲، کتاب الطب) کہ حرام چیز سے علاج نہ کرو۔ تو ان مذکورہ دلائل اور وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے اکثر علماء اس عمل کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

بجوزین پیوند کاری اور انکے دلائل: جبکہ بعض اہل علم اور ارباب فتویٰ انسانی اعضاء کی اس پیوند کاری کو بعض شرائط کیساتھ جائز سمجھتے ہیں ان حضرات کا کہنا ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری ایک نیا مسئلہ ہے اس بارے میں کوئی نص نہیں ہے اسلئے یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اجتہادی مسئلہ کے حل میں تحقیق اور اجتہاد کا مدار فقہی قواعد اور اصول پر ہوتا ہے جو نصوص شرعیہ سے مستنبط ہوں لہذا ایہ حضرات اس صورت کو درج ذیل قواعد کی روشنی میں جائز سمجھتے ہیں۔

(۱) فقہاء کرام کا مشہور قاعدہ ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ والنظائر ۱/۲۵۱) یعنی ضرورتیں ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔

یاد رہے کہ فقہاء کرام کے ہاں ضرورت سے مراد وہ ضرورت ہے جہاں انسان بے بس ہو جائے اور اس کی ضرورت اس ممنوع چیز کے استعمال کے بغیر پورا نہ ہوتی ہو۔ علامہ حمویؒ نے ضرورت و حاجت کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فالنسوة: بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك او قارب وهذا يبيح تناول الحرام

والحاجة: كالجائع الذي لو لم يجد ما يأكله لم يهلك غير أنه يكون في جهد ومشقة. (شرح الاشباہ والنظائر) پس ضرورت کسی کا اس حد تک پہنچنے کا نام ہے کہ اگر وہ اس ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو وہ ہلاک ہو جائے یا مرنے کے قریب ہو جائے تو یہ صورت اس کے لئے حرام چیز کو جائز کر دیتی ہے۔ اور حاجت یہ ہے کہ اگر وہ اس حرام چیز کو استعمال نہ کرے تو اگرچہ وہ ہلاک تو نہ ہوگا مگر شدید مشقت اور تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور علامہ علی حیدر نے لکھا ہے: الضرورة هي العذر الذي يجوز بسببه جواز الشيء الممنوع (درر الحکام ۱/۳۷)

ضرورت سے مراد وہ عذر ہے جس کی وجہ سے ممنوع فیہ کا اجراء جائز ہو جائے اور اسی قاعدہ کی وجہ سے فقہاء کرام نے اضطرار کی حالت میں مردار جانور کا کھانا جائز قرار دیا ہے اور اسی طرح اگر ایک مسلمان ماہر ڈاکٹر اور طبیب کسی مریض کے بارے میں یہ رائے قائم کرے کہ اس کا علاج مباح ادویات اور ماکولات میں نہیں ہے تو فقہاء کرام نے پیشاب اور خون سے بھی اس مریض کے علاج کو جائز کہا ہے (الاشباہ والنظائر ۱/۲۵۱)

اور یہ قاعدہ پوری طرح انسانی اعضاء کی پیوند کاری پر فٹ آتا ہے اس لئے اس قاعدہ کی زو سے انسانی اعضاء کی پیوند کاری شدید ضرورت کے تحت جائز ہے۔

(جاری ہے)